قلم برداشتہ

سید عطاء المحسن بخاری

الا یا ایہا العلماء ....

کوئی کہتا ہے زندگی بے بندگی شرمندگی۔ کوئی الاپتا ہے زندگی نام ہے مر مر کے جیے جانے کا۔ کوئی پگ پگ زندگی تلاشنے کے بعد کہتا ہے۔

زندگی بس درست عبرت انبساطِ گل سے ہے
شب کو چٹکا، صبح مہکا، دن ڈھلے مرجھا گیا

کوئی "گوکتا" ہے

زندگی ایک مسافر کی قبا ہے جس میں
ہر گھڑی درد کے پیوند لگے رہتے ہیں

تجربات، پریشانیوں، گھبراہٹوں اور سخت آزمائشوں کے پیوند یوں لگے ہوئے ہیں جیسے آسمانِ دنیا پر ستارے۔ زندگی کی قبائے تارتار کے یہ پیوند ستاروں ہی کی طرح جگمگاتے، جھلملاتے، ایک دنیا کو لبھاتے ہیں اور زندگی کرنے کی خو پیدا کرتے ہیں۔ جو لوگ زندگی کرنے کی خو پیدا کر لیتے ہیں۔ وہ لوگ ہی دراصل سماج یا معاشرے کا سنگھار ہوتے ہیں۔ ایسے باہمت، عزم کے پیکر، کوہ وقار لوگ اکثر و بیشتر امت کے تیسرے طبقے سے ہی کیوں پیدا ہوتے ہیں؟ کسی نے کبھی سوچنے کی زحمت نہیں اٹھائی۔ شاید ماضی میں انسانی طبقوں کے حوالے سے کسی نے اس پہلو پر غور کیا ہو اور لکھا ہو مگر آج کے عہد خراب میں ان طبقوں کے متعلق تو سوچنا بھی معاصر استبداد سے بغاوت کے مترادف ہے۔ ہندوستان میں شاہ ولی اللہ، محمود حسن، ابوالکلام آزاد، عبید اللہ سندھی، عطاء اللہ شاہ بخاری، محمد گل شیر شہید، غلام غوث ہزاروی اور بیسیوں ایسے مرحومین کے نام گنوائے جا سکتے ہیں جو بڑی بڑی معاشرتی کٹھنائیوں کو عبور کر کے امت مسلمہ کے لئے چراغ راہ اور سنگ میل بن گئے۔ کوئی سی کلفت، اذیت، مزاحمت ان کی منزہ زندگی کے راستہ میں سنگ مزاحم نہیں بن سکی۔ آخر وہ بھی تو گوشت پوست کے انسان تھے۔ ان کی بھی معاشی، معاشرتی ضرورتیں تھیں۔ ان کی اولاد کے مسائل اور گھریلو زندگی کے مسائل بھی تھے۔ سماج نے ان کو بھی بس "مولوی" ہی جانا۔ مگر انہوں نے اپنے فقر اور اپنی بے وسائل زندگی کے باوجود زندگی کے سینکڑوں مسائل حل کئے۔ معاشرے کو حریت بخشی، شعورِ حریت عطا کیا، جہدِ مسلسل سے عبارت زندگی کی حقیقی آگہی سے نوازا، زمانہ کے جابر و مستبد لوگوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ان کے غضب و انتقام کی چیرہ دستیوں سے نمٹنا سکھایا۔ کفر و ضلالت، شرک و بدعت اور الحاد و ارتداد کے چہرۂ عصیاں مآب سے نقاب نوچ لینے کی جرأت و ہمت عطاء کی۔ تہذیبِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر استقامت و عزیمت کا درس وفا دیا۔ اور اسے زمزمہ محبت بنا دیا۔ ماضی سے والہانہ محبت و الفت

کرنے کا ڈھنگ سکھایا۔ ماضیِ مرحوم کا شیدائی بنا دیا۔ اور دنیا نے دیکھا، فلک نیم روز کی نگاہ برق فشاں نے اپنی آنکھیں مل مل کے مشاہدہ کیا اور بے اختیار ہو کر پکار اٹھا۔ ایسی چنگاری بھی یارب اپنی خاکستر میں تھی؟

بریلویو، دیوبندیو، اہل حدیثو! کیا ہوا، تمہارے سوتے خشک ہو گئے؟ کیا تم میں کوئی عبدالباری فرنگی محلی، کوئی عبدالماجد بدایونی، کوئی انور شاہ کاشمیری اور کوئی بھی ثناء اللہ امرتسری نہیں؟ تم جیتے جی مر گئے ہو؟ کہ تمہاری سمت بدل گئی ہے، کہیں تم نے بھی جبے قبے عمامے عبائیں اور قبائیں سجانے کو دین سمجھنا اور دین بتلانا شروع تو نہیں کر دیا؟ خدانخواستہ تم احبارو رہبان کا متبادل تو نہیں بن گئے؟ اللہ نہ کرے کہ اس خیال کی تصدیق ہو کہ تم موجودہ سیکولر اور لبرل معاشرہ میں اور روشن خیالوں کے اس عہد ادبار میں ذلت و نکبت کا نشان بن گئے ہو۔ اے کاش یہ وہم ہو کہ:

تم سیکولر پالیٹکس کے حصہ دار بن کے اس لعبت فرنگی کی لذتوں کے اسیر ہو گئے ہو۔

تم نے دل سے جمہوریت کو قبول فرما لیا ہے۔

تم نے بھی اللہ و رسول ﷺ کے اسلام کو زمانے کی ترقیوں کا ساتھ دینے سے معذور مان لیا ہے۔

فاروق لغاری، بے نظیر زرداری، شیر افگن نیازی، کھرل، رضا ربانی، سردار آصف، حنیف رامے وغیرہ کے اسلام کو تم نے بھی مان لیا ہے، تم بھی انہی کے ساتھ ہو۔ گوشت خاک ہو مگر آندھی کے ساتھ ہو۔

خاکم بدہن..... اگر ایسا ہے تو پھر جو کچھ تمہارے ساتھ ہو رہا ہے اور جو ہونے والا ہے بہت کم ہے۔ اور اگر ایسا نہیں ہے جسکی مجھے بھی کچھ کچھ امید ہے تو پھر تمہاری چپ کا کیا مطلب ہے؟ اسے مداہنت کہوں؟ اسے رخصت کہوں؟ اسے انتظار شخص موعود کہوں؟ کس نام سے تعبیر کروں؟ کب اٹھو گے؟ کب جاگو گے؟ کب یہود و نصاریٰ کا راستہ روکو گے؟ کب ان سراپا عذاب کیتھرائن اور الزبتھ کے نقلچیوں بغل بچوں، لے پالکوں، ملازموں اور کمینوں سے ہماری جان و ایمان اور وطن کو آزاد کراؤ گے؟ مسرتوں کا وہ سویرا کب آئیگا؟ جب یہ آذری بت توڑے جائیں گے۔ جب کاخ امرا کے در و دیوار ہلا دیئے جائیں گے۔ کب ڈوبے کا سرمایہ پرستی کا سفینہ؟ پیاسے کو شبنم سے بہلانے کے بجائے اپنی زمین کا پانی پینے کا سندیسہ کب آئیگا؟

کب تلک ان کی نگہ ناز پہ جینا ہوگا

زہر دیں اس پہ یہ تاکید کہ پینا ہوگا

وہ کون لوگ ہوں گے جو آج زندگی کی راحتیں اور رعنائیاں واپس لانا چاہیں گے۔ جو مسلمانی کی لاج رکھ لیں۔ فرض اداء کر دیں۔ قرض چکا دیں۔ اللہ کی بارگاہ جلال و اکرام میں سرخرو ہونے کے قابل ہو جائیں۔ سیاستدانوں کی شتر مرغانہ ادائیں پامال کر دیں۔ حکمرانوں کی ابلیسی چالوں کا خم ٹھونک کر مقابلہ کریں۔ حکمرانوں کی شیطنت کا بروقت نوٹس لیں۔ استبداد، جور و جفا اور ظلم کے جاگیردارانہ ہتھکنڈوں کے خارزار عبور کر جائیں اور استحصالیوں کی متکبرانہ زبیرائی گردن کو تاہ کریں۔ ان کا سر پر غرور خم کریں۔ علماء کرام!

ذرا سوچو، سمجھو، سنبھلو، ادھر دیکھو۔ دہشت و وحشت کے جنگل میں قاضی حسین احمد نے پہلی اذان دے دی ہے۔ قاضی صاحب بہت حد تک سبکدوش ہوگئے ہیں۔ وارثان منبر و محراب! کیا تم نے قاضی صاحب کی اذان بھی نہیں سنی؟........ساٹھ برس قبل ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ نے بھی بتکدۂ ہند میں اذان دی تھی۔ اس کی للکار کی گونج آج بھی ہماری سماعتوں سے ٹکرا رہی ہے۔

الا یا ایھا العلماء!

"آہ تمہاری غفلت سے بڑھکر آج تک دنیا میں کوئی اچنبھے کی بات نہ ہوئی اور تمہاری نیند کی سنگینی کے آگے پتھروں کے دل چھوٹ گئے۔

آہ تم ایسے نہ تھے

آہ میں کیا کروں اور کہاں جاؤں اور کس طرح تمہارے دلوں کے اندر اتر جاؤں اور یہ کس طرح ہو کہ تمہاری روحیں پلٹ آئیں اور تمہاری غفلت مرجائے۔ یہ کیا ہوگیا ہے کہ پاگلوں سے بھی بدتر ہوگئے ہو اور شراب کے متوالے تم سے زیادہ عقل مند ہیں۔ تم کیوں اپنے آپ کو ہلاک کر رہے ہو اور کیوں تمہاری عقلوں پر ایسا طاعون چھا گیا ہے کہ سب کچھ کہتے اور سمجھتے ہو پر نہ تو راست بازی کی راہ تمہارے آگے کھلتی ہے اور نہ گمراہوں کے نقش قدم چھوڑتے ہو!"

عمریست کہ آوازۂ منصور کہن شد

"تو" از سر نو جلوہ "دہی" دار و رسن را

اپنے عطیات اور زکواۃ و صدقات

مدرسہ معمورہ ملتان

کو عنایت فرمائیں

مدرسہ میں رہائش پذیر طلباء کے اخراجات اور

نئی درسگاہوں اور رہائشی کمروں کی تعمیر کے لئے اہل خیر حضرات فوراً توجہ فرمائیں

ترسیلِ زر کا پتہ

بذریعہ منی آرڈر:۔ سید عطاء المحسن بخاری۔ مہتمم مدرسہ معمورہ

دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی۔ ملتان۔ فون:۔ 511961

بذریعہ بینک:۔ اکاؤنٹ نمبر 29932 حبیب بینک حسین آگاہی ملتان۔